آیت مودّۃ کی صحیح تفسیر

قرآن و حدیث کی روشنی میں

از قلم

مناظرِ اسلام غلام حسین نقشبندی

فاضل جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

0300-7650062

آیت مودّۃ کی صحیح تفسیر

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ آیت مودۃ یعنی سورۃ الشوریٰ کی آیت 23

(قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى)

پڑھ کر اس آیت کو اہلبیت عبا (سیدہ طیبہ زہرا، مولا مرتضیٰ، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم) پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مودۃ کے عجیب و غریب معانی و مطالب بیان کر کے مودۃ اہلبیت عبا کو "اجرِ رسالت" قرار دے کر عظمتِ اہلبیت عبا میں غلو کرتے ہیں۔

حالانکہ اس آیت کا منشاء و مقصود یہ ہر گز نہیں جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے کہ اس کی درست تفسیر کیا ہے؟

اس آیت کی مذکورہ بالا تفسیر بیان کرنے کے لیے جس حدیث کا سہارا لیا جاتا ہے وہ مکمل سند کے ساتھ درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثنا حَرْبُ بْنُ الْحَسَنِ الطَّحَّانُ، ثنا حُسَيْنٌ الْأَشْقَرُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى} [الشوری: 23] قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ (ترجمہ) قَالَ: «عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا»

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی وہ کون سی قرابت ہے کہ جن لوگوں سے محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا: علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں صاجنرادے۔

المعجم الکبیر للطبرانی جلد 3 صفحہ 139 رقم الحدیث 2641، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ

فضائل الصحابۃ للامام احمد جلد 2 صفحہ 669 رقم الحدیث 1141، دار العلم، جدّۃ

تفسیر ابن ابی حاتم جلد 13 صفحہ 321 رقم الحدیث 1204، دار ابن الجوزی، القاھرۃ

یہ روایت "منکر" ہے اور اس روایت کا مرکزی کردار "حسین اشقر" نامی رافضی راوی ہے۔

امام جوزجانی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"کان غالیا من الشتّامین للخیرۃ"

یہ بھلے لوگوں (صحابہ کرام) کو گالیاں دینے والوں میں سے غالی تھا۔

احوال الرّجال صفحہ 81 رقم الحدیث 85، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

حافظ ذھبی اس کے متعلق کہتے ہیں:

اتھمه ابن عدی ، وضعفه آخر ، وھو رافضی

ابن عدی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے اور دوسرے محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور وہ (حسین اشقر) رافضی ہے۔

المغنی فی الضعفاء جلد 1 صفحہ 261 رقم 1514، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

"واہٍ"

الکاشف للذھبی جلد 1 صفحہ 332 رقم 1085، دار القبلۃ، جدّۃ

امام ابوزرعہ دمشقی اس کے متعلق کہتے ہیں:

"ھو شیخ منکر الحدیث"

کہ (حسین اشقر) منکر الحدیث ہے۔

کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد 3 صفحہ 49-50، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ابو معمر الھذلی اس کے متعلق کہتے ہیں:

"کذّاب"

یعنی یہ بہت بڑا جھوٹا ہے

میزان الاعتدال جلد 2 صفحہ 285 رقم 1989، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

"وقال الازدیّ: ضعیف"

امام ازدی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی جلد 1 صفحہ 211 رقم 875، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اس کے غالی شیعہ ہونے کی گواہی حافظ عسقلانی بھی دیتے ہیں۔ دیکھیے!

تقریب التھذیب صفحہ 247 رقم 1327، دار العاصمۃ، الریاض

علاوہ ازیں اس سند میں دوسرا راوی "قیس بن ربیع" ہے جس کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ ملاحظہ ہو!

تحریر تقریب التھذیب جلد 3 صفحہ 185 رقم 5573، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

اس روایت پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ

حافظ ابن کثیر اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

وَهَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ فِيهِ مُبْهَمٌ لَا يُعْرَفُ عن شيخ شيعي مخترق وَهُوَ حُسَيْنٌ الْأَشْقَرُ وَلَا يُقْبَلُ خَبَرُهُ فِي هذا المحل، وذكر نزول الْآيَةِ فِي الْمَدِينَةِ بَعِيدٌ فَإِنَّهَا مَكِّيَّةٌ وَلَمْ يكن إذ ذاك لفاطمة رضي الله عنها أولاد بالكلية فإنها لم تتزوج بعلي رضي الله عنه إِلَّا بَعْدَ بَدْرٍ مِنَ السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الهجرة والحق تفسير هذه الآية بما فسرها به حَبْرُ الْأُمَّةِ وَتُرْجُمَانُ الْقُرْآنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كما رواه عنه البخاري،

اس کی سند ضعیف ہے اس میں مجہول راوی ہے جو اپنے استاد کٹر شیعہ حسین اشقر سے روایت کر رہا ہے جبکہ اس موقع (مناقب اہلبیت) پر اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اس آیت کے نزول کو مدینہ شریف کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ مکّی ہے، اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب سیدہ زہرا کے کوئی اولاد نہیں تھی بلکہ ابھی آپ کی حضرت علی مرتضیٰ سے شادی بھی

نہیں ہوئی تھی حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا کی حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ سے شادی غزوۂ بدر کے بعد سن 2 ھجری میں ہوئی۔

اس کی درست تفسیر وہی ہے جسے حبرِ امت ترجمان قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے، جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر جلد 7 صفحہ 184، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا تبصرہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَهُوَ سَاقِطٌ لِمُخَالَفَتِهِ هَذَا الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ۔۔۔ وَإِسْنَادُهُ وَاهٍ فِيهِ ضَعِيفٌ وَرَافِضِيٌّ،

اس کی سند ضعیف ہے اور یہ اس (بخاری کی) صحیح حدیث کی مخالفت کی وجہ سے متروک ہے۔۔۔ اس کی سند شدید ضعیف ہے کیونکہ اس میں ضعیف راوی اور رافضی راوی موجود ہے۔

فتح الباری جلد 8 صفحہ 564، دار المعرفۃ، بیروت

حافظ نور الدین ھیثمیؒ کا تبصرہ

حافظ ھیثمی کہتے ہیں:

وَفِيهِ جَمَاعَةٌ ضُعَفَاءُ : یعنی اس کی سند میں بہت سے ضعیف راوی ہیں۔

مجمع الزوائد جلد 18 صفحہ 463 رقم الحدیث 14978، دار المنہاج، جدّۃ

امام جلال الدین سیوطیؒ کا تبصرہ

امام سیوطی اس روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأخرج ابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم وَالطَّبَرَانِيّ وَابْن مرْدَوَيْه بِسَنَد ضَعِيف من طَرِيق سعيد بن جُبَير عَن ابْن عَبَّاس،

یعنی اس روایت کو ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے "ضعیف سند" کے ساتھ روایت کیا ہے۔

الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور جلد 7 صفحہ 348، دار الفکر، بیروت

یاد رہے کہ باب فضائل میں وہ ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے جو کسی صحیح حدیث کی مخالف نہ ہو اور ایسی ضعیف حدیث جو کسی صحیح حدیث کی مخالفت کر رہی ہو اسے محدثین کی اصطلاح میں "منکر" کہتے ہیں، اور منکر حدیث سے فضیلت بھی ثابت نہیں ہوتی۔

صحیح تفسیر

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ طَاوُسًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ: {إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى} [الشورى: 23] - فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: قُرْبَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَجِلْتَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ، إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ القَرَابَةِ،

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد إلا المودۃ فی القربی "سوا رشتہ داری کی محبت کے" متعلق پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ آل محمد ﷺ کی قرابتداری مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر کہا کہ تم نے جلد بازی کی۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں موجود ہے۔

صحیح البخاری صفحہ 1215 رقم الحدیث 4818، دار ابن کثیر، دمشق

پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا اہلبیت عبا کی فضیلت سے کچھ تعلق نہیں لہذا ان کی

محبت کو اجرِ رسالت قرار دینا نہ صرف قرآن کے منشاء و مقصود کے خلاف ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی شایانِ شان نہیں۔ کیونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا بیان قرآن کریم میں کئی مقامات پر موجود ہے جنہوں نے تبلیغِ رسالت پر کسی قسم کا اجر اپنی قوم سے نہیں مانگا بلکہ اپنی ذمہ داریوں کا اجر اللہ کریم کے ذمۂ کرم پر چھوڑ دیا۔

جیسا کہ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ

اور اے قوم میں تم سے کچھ اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے۔

سورۃ ھود آیت 29 پارہ 12

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ

اے قوم میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میری مزدوری تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

سورۃ ھود آیت 51 پارہ 12

اسی طرح جب حبیب نجارؒ نے قوم کو سمجھایا تو فرمایا:

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ (۲۰) اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۲۱)

بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو، ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ

نیگ (اجر) نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔

سورۃ یٰس آیت 21-20

یعنی انبیاء کرام علیہ السلام کی توصیف ہو رہی ہے کہ یہ مقدس گروہ ان لوگوں کا ہے جو اپنی ذمہ داری پر مخلوق سے کسی قسم کے اجر کے طالب و خواہشمند نہیں ہیں، بلکہ یہ اپنے اجر کے طالب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہیں۔

قرآن حکیم ہمیں واضح بتا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجرِ رسالت صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے طلب کرتے ہیں اور خاص سورۃ یٰس کی آیات سے پتہ چلا کہ قطعی طور پر بلا تخصیص تمام رسل عظام ہی ایسے ہوتے ہیں تو اس کا مطلب واضح ہے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اجرِ رسالت ہرگز طلب نہیں کیا بلکہ اس آیت کا وہی مطلب ہے جو صحیح سند سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور پھر عقلاً بھی یہ ممکن نہیں کہ باقی مرسلین علیہم السلام تو اپنی اپنی قوم سے اجرِ رسالت طلب نہ کریں اور ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے اجرِ رسالت مانگیں؟

لہٰذا حق یہی ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں سورۃ شوریٰ کی آیت کو اپنے اصل مقصود سے ہٹانا روافض کی کارستانی ہے بد قسمتی سے جس کا شکار آج ہمارے کئی خطیب صاحبان بھی ہیں۔ لہذا یہ مختصر سی تحقیق ہم نے خواص و عوام سب کیلیے پیش کر دی ہے تاکہ حق واضح ہو۔ اللہ کریم قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)